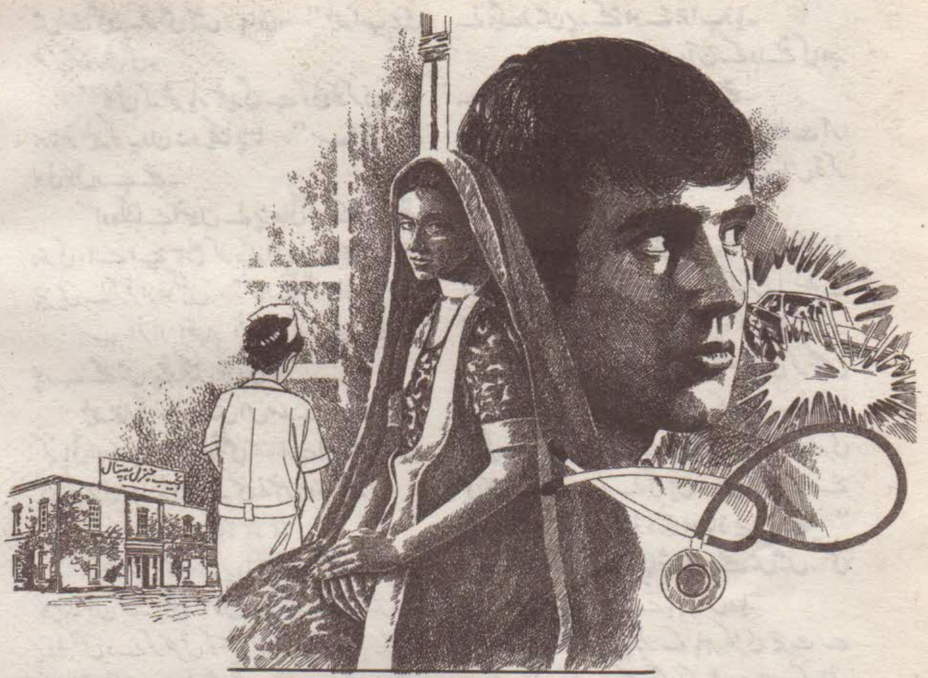

ناولٹ

مُکافات

نا ہید سلطانہ اختر

نجیب جنرل اسپتال شہر کی ایک مشہور شاہراہ پر لب سڑک استادہ ایک سہ منزلہ عمارت کی پیشانی پر یہ تین الفاظ ہر آتے جاتے کو اپنی طرف متوجہ رکھتے۔ رات کو یہ الفاظ جگمگا اٹھتے اور سپیدۂ سحر پھیلنے تک جگمگاتے ہی رہتے۔

کبھی یہ عمارت صرف گراؤنڈ فلور پر ہوا کرتی تھی مگر اب اس کے تین فلورز تھے۔ کبھی یہ بیگم محسود علی خان کی ملکیت ہوا کرتی تھی اب ڈاکٹر نجیب اس کے مالک

تھے۔ بیگم محمود علی خان کا ڈاکٹر نجیب سے نہ تو کوئی رشتہ ناتا تھا نہ انہوں نے اپنی یہ ملکیت ڈاکٹر نجیب کو فروخت کی تھی۔ کبھی، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیز آپ کی نہیں ہوتی آپ کی بن جاتی ہے۔ مالک کی دین...... اس کی نظر کرم...... اور کبھی، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جو چیز آپ کی ہوتی ہے آپ سے چھن جاتی ہے۔ اوپر والا ہی جانے کب' کسے کیا دینا ہے اور کب، کس سے اپنی کوئی نعمت واپس لینی ہے۔ اس ملنے اور چھننے میں مالک کی رضا اپنی جگہ مگر کچھ دوش تو بندے کا بھی ہوتا ہوگا۔

ڈاکٹر نجیب کی زندگی کا سفر نہایت غربت میں شروع ہوا تھا۔ باپ ریلوے اسٹیشن پر قلی تھا۔ ماں ریلوے کوارٹروں میں گھر، گھر جا کر چھوٹے موٹے کام کرتی تھی جس کے عوض اسے ان گھروں سے باسی کھانا، پرانے کپڑے اور تھوڑے بہت پیسے مل جاتے۔ تین بچے تھے ایک بیٹا نجیب اور اس سے چھوٹی دو بہنیں...... اسٹیشن کے نزدیک ایک سرکاری اسکول تھا جس میں تینوں بہن، بھائی پڑھنے جایا کرتے تھے۔ پرائمری سیکشن میں لڑکے، لڑکیاں اکھٹے پڑھتے، چھٹی جماعت میں لڑکیاں اور لڑکے علیٰحدہ ہو جاتے۔ وسیع و عریض احاطے میں اسکول کے تین فریق تھے۔ پرائمری، گرلز سیکنڈری اور بوائز سیکنڈری۔ ماں کی بڑی خواہش تھی کہ اس کے تینوں بچے لکھ پڑھ جائیں۔ وہ نہ تو بیٹے کو باپ کی طرح مسافروں کا اسباب ڈھوتے دیکھنا چاہتی تھی، نہ بیٹیوں کو اپنی طرح گھر، گھر کام کرتے...... تینوں بچوں کو پڑھائی کی لگن تھی۔ رات کو جب آس پاس گھروں میں بچے پڑ کر سو جاتے، تینوں لالٹین کی روشنی میں بیٹھے پڑھتے رہتے، کبھی جب لالٹین کی لو تیل کی کمی سے مدھم پڑ جاتی نجیب اپنا بستہ اٹھا کر ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم یا ویٹنگ روم میں جا بیٹھتا اور رات بھر پڑھتا رہتا۔ اسے ڈاکٹر بننے کی لگن تھی۔ اس کی ماں نے اس کے دل میں بچپن سے یہ بات ڈال رکھی تھی کہ اسے ریلوے اسپتال کے ڈاکٹر بابو کی طرح ڈاکٹر بننا ہے۔

میٹرک میں نجیب نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ایف ایس سی میں دن رات ایک کر کے اکیانوے فی صد نمبر حاصل کیے۔ یوں میڈیکل کالج میں اسے میرٹ پر داخلہ مل گیا۔ اس کے ڈاکٹر بننے تک ایک بہن کی شادی ہو چکی تھی دوسری ایک اسکول میں پڑھا رہی تھی۔ ہاؤس جاب کے بعد ڈاکٹر نجیب کو ایک سرکاری اسپتال میں ملازمت مل گئی۔ ان دنوں سرکاری ملازمت ملنا اتنا مشکل نہیں تھا جتنا کہ آج...... ملازمت کے آغاز ہی میں ڈاکٹر نجیب کو ڈاکٹرز کالونی میں سرکاری رہائش گاہ بھی مل گئی۔ اہلِ خانہ اس رہائش گاہ میں شفٹ ہو گئے۔ باپ نے قلی کا کام ترک کر دیا تھا۔ ماں بھی عرصہ ہوا محنت مزدوری کرنا چھوڑ چکی تھی۔

سرکاری ملازمت کے ساتھ ڈاکٹر نجیب نے جلد ہی شہر کی ایک گنجان غریب بستی میں اپنا ذاتی کلینک بھی شروع کر دیا...... مقصد پیسہ کمانا نہیں، غریبوں اور ناداروں کی خدمت تھی۔ ڈاکٹر نجیب کو اپنا اور اپنے خاندان کا برا وقت بھولا نہیں تھا۔ موسم سرما میں وہ اور اس کی بہنیں گرم کپڑوں کے بِنا ٹھٹرتے ہوئے اسکول جایا کرتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ جب اس کی ماں کے پاس کبھی، کبھی ایک پیسہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ اپنے باپ کو سر پر اوپر تلے تین، تین ٹرنک اٹھائے ایک ہاتھ سے ان ٹرنکوں کو سنبھالے اور دوسرے ہاتھ کی بغل میں سامان دبکائے دیکھتا تو اس کا دل ڈرنے لگتا تھا کہ کہیں کسی روز اس کا باپ سامان کے بوجھ تلے بیٹھ ہی نہ جائے۔ گئے دنوں کے دکھ ڈاکٹر نجیب کو دوسروں کے دکھ سمجھنے میں مدد دیتے۔ میڈیکل کالج میں اپنے دورِ طالب علمی ہی سے وہ غریبوں کا انتہائی ہمدرد رہا تھا۔ شاید یہی ادا تھی کہ خدا کو اتنی بھا گئی تھی کہ ڈاکٹر نجیب کے ہاتھ میں اس نے ایسی شفا سمودی تھی کہ سرکاری اسپتال میں اس کے شعبے میں آنے والے ہر مریض کی یہ کوشش ہوتی کہ ڈاکٹر نجیب ہی اس کی نبض پر ہاتھ رکھے۔ پرائیویٹ کلینک میں تو مریضوں کا وہ اژدحام

ہوتا کہ خدا کی پناہ......

وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ بطور معالج ڈاکٹر نجیب کی مہارت اور شہرت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ماں بہت خوش تھی باپ مغرور کہ بیٹا وہاں جا پہنچا تھا جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہیں جا سکتا تھا۔ دوسری بہن بھی اپنے گھر بار کی کر دی گئی تھی۔ اب ڈاکٹر نجیب کی شادی کا معاملہ درپیش تھا۔ والدین نے شریکِ حیات کا انتخاب بیٹے پر چھوڑا۔

ندرت اسی سرکاری اسپتال میں نرس تھی جہاں ڈاکٹر نجیب ملازمت کر رہے تھے۔ ندرت بہت خوب صورت تھی۔ اس کا تعلق ایک نچلے متوسط گھرانے سے تھا۔ ڈاکٹر نجیب اسے پسند کرتے تھے مگر اس پسند کا اظہار ندرت سے کرتے ڈرتے تھے کہ وہ ماہِ تاباں تھی اور ڈاکٹر نجیب اس کے قطعاً برعکس...... دونوں میں زمین آسمان کا تضاد تھا۔ ڈاکٹر نجیب کا قد چھوٹا، جسامت بے ڈول، رنگت نہایت سیاہ تھی۔ جبکہ ندرت سرو قامت، دبلی پتلی اور بے حد گوری چٹی تھی۔ ایک دو نہیں متعدد ڈاکٹرز تھے جو اس پر مرتے تھے لیکن وہ جتنی خوب صورت تھی اس سے کہیں زیادہ باکردار...... اپنے کام سے کام رکھتی...... وقت پر آتی وقت پر جاتی۔ اپنے پیشہ ورانہ فرائض ذمے داری اور دیانت داری سے سر انجام دیتی۔ اسپتال میں کام کرنے والے کسی شخص کو بِلا ضرورت بے تکلف ہونے کا موقع نہیں دیتی۔ مریضوں کا پورا خیال رکھتی مگر کسی کو حد سے آگے نہ بڑھنے دیتی۔ اس کا کبھی کوئی اسکینڈل دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا تھا۔

”سسٹر ندرت میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔“ ڈاکٹر نجیب نے بہت محتاط لہجے میں اس سے بات کی تھی۔

”جی...... پوچھیے......“

”آ...... آپ...... کہیں انگیجڈ تو نہیں؟“

”جی نہیں......“

”کیا میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر بھیج سکتا ہوں؟“ وہ کچھ دیر چپ رہی پھر اس نے کہا۔

”آپ ڈاکٹر ہیں اور اس اسپتال میں آپ کی اچھی بھلی شہرت اور عزت ہے...... میں بھی آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔“

”میں کچھ سمجھا نہیں۔“ اس کے چپ ہو جانے پر ڈاکٹر نجیب نے کہا۔

”میں...... میں ایک نرس ہوں...... بہت معمولی گھرانا ہے میرا...... آپ تو اپنے گھر والوں کو میرے گھر بھیج کر اور ہمارا لونگ اسٹینڈرڈ دیکھ کر پیچھے ہٹ جائیں گے، میرا مذاق بنے گا۔“

”یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا؟“

”لوگ سمجھیں گے میں نے آپ کو پھانسنے کی کوشش کی مگر آپ پھنسے نہیں، میرا مذاق اڑایا جائے گا...... پھبتیاں کسی جائیں گی کہ نرس ہو کر ڈاکٹر کے خواب......“

”ایسا کچھ نہیں ہوگا۔“

”ایسا ہی ہوگا ڈاکٹر صاحب...... لالو کھیت میں ندی کے کنارے ہمارا دو کمروں کا مکان اتنا تنگ و تاریک ہے کہ آپ کے گھر والے وہاں زیادہ دیر بیٹھنا بھی پسند نہیں کریں گے۔“

”تم انہیں آنے کا موقع تو دو اپنے گھر......“ ڈاکٹر نجیب آپ سے تم پر آ گئے۔

”فائدہ......؟“

”نقصان بھی کچھ نہیں۔“

”آپ کو نہیں مگر مجھے ہے...... میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خواب نہیں دیکھنا چاہتی۔“

”مگر میں تو دیکھتا ہوں اور تعبیر بھی اپنی مرضی کی پاتا ہوں۔“

”میں آپ کی قسمت پر رشک ہی کر سکتی ہوں۔“

”تمہارے پاس دو کمروں کا مکان تو ہے، ہمارے پاس کبھی یہ بھی نہیں تھا۔ میرے والد اسٹیشن پر قلی تھے۔ والدہ گھروں میں کام کرتی تھیں۔ ہماری لالٹین میں اکثر مٹی کا تیل بھی نہیں ہوتا تھا۔

میں ریلوے پلیٹ فارم یا ویٹنگ روم میں بیٹھ کر پڑھا کرتا تھا۔''ندرت آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے ڈاکٹر نجیب کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ مذاق کر رہے ہیں۔''اس نے ڈاکٹر نجیب کے چپ ہو جانے پر کچھ دیر بعد کہا۔

''نہیں...... یہ حقیقت ہے...... لیکن جیسا کہ میں نے تم سے کہا، میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خواب دیکھتا ہوں اور تعبیر بھی اپنی مرضی کی پاتا ہوں...... میری والدہ کی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں، میں نے ان کی اس خواہش کو اپنے دل میں بسایا۔ سفر مشکل تھا مگر کٹ ہی گیا۔ میں نے بھی اپنی والدہ کو ان کے خواب کی تعبیر دی۔ اب میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے مجھے اس کی تعبیر بھی اپنی مرضی کی ملے گی۔''

ندرت خاموش رہی۔

''کیا کہتی ہو؟''ڈاکٹر نجیب نے اس سے پوچھا۔

''مجھے آپ کی یہ بات اچھی لگی ہے۔''وہ بولی۔

''کون سی......؟''

''کہ آپ نے خود کو کسی پردے میں چھپانے کی کوشش نہیں کی...... لوگ جو نہیں ہوتے وہ نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''فائدہ کچھ نہیں...... حقیقت بالآخر کھل ہی جاتی ہے۔''

''یہ کون سوچتا ہے۔''

''کیا کہتی ہو...... بھیج دوں؟''

''کسے؟''وہ بے ساختہ چونکی۔

''اپنے گھر والوں کو سسٹر ندرت۔''

''ایک شرط پر......''وہ خلافِ عادت مسکرائی۔

''کیا......؟''وہ چونکا۔

''آپ مجھے سسٹر نہیں کہیں گے۔''

''اوہ......''وہ جھینپ کر مسکرایا۔

☆☆☆

ندرت کے گھر والوں کی طرف سے انکار کا اگر کوئی سبب ہو سکتا تھا تو وہ صرف یہ کہ ندرت اور ڈاکٹر نجیب کا ظاہراً کوئی جوڑ نہیں تھا۔ ندرت سرو قامت، خوب صورت اور دلکش تھی جبکہ ڈاکٹر نجیب پستہ قامت، بے ڈول اور حبشیوں کی طرح سیاہ فام......

''باقی تو سب ٹھیک ہے مگر...... بہر حال دیکھ لو...... بیٹی یہ نہ کہے کہ میرا جوڑ نہیں دیکھا۔''ندرت کے باپ نے اس کی ماں سے کہا۔

''ہاں۔''ماں نے شوہر کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''جو آدمی آنکھ ہی کو نہ بھائے اسے دل کیسے قبول کرے گا بھلا...... مگر رشتہ اچھا ہے...... ندرت کی قسمت تیز ہے جو گھر بیٹھے ایسا اچھا رشتہ آ گیا۔ کنبہ بھی مختصر ہے، دو بہنیں، اکلوتا بھائی...... بہنیں دونوں اپنے، اپنے گھر کی...... ماں، باپ بوڑھے بھلا کتنے دن کے۔''

''ندرت سے پوچھ لو...... گزارہ اسی کو کرنا ہے۔''باپ نے رائے دی۔

ندرت جس نے گھر والوں پر یوں ظاہر کر رکھا تھا جیسے ڈاکٹر نجیب کا رشتہ آنے میں اس کا کوئی ہاتھ ہی نہیں تھا۔ اپنی رضا معلوم کیے جانے پر بولی۔

''شکل صورت میں کیا رکھا ہے۔ سارے انسان اللہ کے بنائے ہوئے ہیں...... کوئی خوب صورت آدمی ہو مگر جاہل اور نکما ہو تو......''

گھر والوں کو جواب مل گیا تھا۔

''تم شادی کے بعد جاب نہیں کرو گی۔''ڈاکٹر نجیب نے ندرت سے کہا۔ ندرت کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ وہ تو دل سے چاہتی تھی کہ کبھی دن کبھی رات کی ڈیوٹیوں سے نجات ملے۔

ندرت کی ''ساتھیاں'' اس کی قسمت پر رشک کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر اور وہ بھی وہ جس کی مریضوں، جونیئرز اور اپنے برابر کے ساتھیوں میں ہی نہیں سینئرز میں بھی عزت تھی۔

شادی سے قبل ہی ندرت نے ملازمت چھوڑ دی۔

شادی ہوگئی۔ ابتدائی دنوں کے چاؤ چونچلوں کے بعد ندرت نے گھر سنبھال لیا۔ ساس، سسر، شوہر، نندیں سب خوش تھے۔ ندرت کے آنے سے گھر